قرآن کا تصورِ آزمائش و پیمائش

اعجاز احمد
مددگار پروفیسر، شعبہ تعلیمات، جامعہ اردو، کراچی

ہر دور میں کسی نہ کسی انداز سے اساتذہ کرام اپنے تعلیمی و تدریسی عمل کا جائزہ لیتے رہے ہیں جس طرح زمانے کے اعتبار سے تعلیم کے مقاصد معین رہے ہیں۔ اسی طرح اساتذہ نے اپنے تعلیمی عمل کا جائزہ مختلف ادوار میں مختلف انداز سے لیا ہے کبھی اساتذہ طلبہ کی حاضر جوابی، فن تقریر اور طاقت کا جائزہ لے کر اس کو مفید و بہتر شہری کا خطاب دیا کرتے تھے گویا جس انداز سے بھی خود کا جائزہ لیا وہ امتحان کہلایا۔ اسلامی نظام تعلیم میں تعلیمی عمل کا جائزہ و عمل کی یکسانیت سے لگایا جاتا رہا ہے کہ کسی فرد نے علم حاصل کرنے کے بعد اس پر کتنا عمل کیا۔ اسی طرح اسلامی نظام تعلیم میں فرد کے ظاہر و باطن میں یکسانیت کو معیار بنایا گیا۔

اسی چیز کو دیکھتے ہوئے ماہرین تعلیم نے طلبہ کی ہمہ جہتی معلومات حاصل کرنے نیز اس سے رہنمائی حاصل کرنے کا باقاعدہ ایک نظریہ پیش کیا ہے، جس کو تشخیص قدر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

تشخیص کے لفظی معنی کسی چیز کے بارے میں جاننے، تحقیق کرنے، اور معلومات حاصل کرنے کے ہیں قدر کے معنی خوبی کے ہیں اور یہ دونوں الفاظ باہم مل کر کسی فرد کی شخصیت کی خوبی جاننے کے لئے ایک ضابطہ کی حیثیت رکھتے ہیں طلبہ کی شخصیت کے جاننے کے اس طریقہ کار کو باقاعدہ با مقصد ہمہ گیر و مسلسل عمل کا نام دیا ہے۔ اس عمل میں مقصدیت کو مسلسل تجربات کی روشنی میں پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے سعی کی جاتی ہے گویا اس طریقہ کار میں مقصد طریقہ کار اور مسلسل عمل کی ضرورت ہے۔

ذیل میں ہم تشخیص قدر کے مفہوم و عمل کو اسلامی نظر سے دیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے مقصد نہیں بھیجا ہے اس کو ایک منظم ضابطہ حیات عطا کیا ارشاد باری

تعالیٰ ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

ترجمہ: جن و انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا (۵۱: الذاریات۔۵۶)

اس آیت مبارکہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جن و انس کو پیدا کرنے کا مقصد رب العزت نے اپنی عبادت قرار دیا ہے اور عبادت یوں کی جائے کہ اس میں حق اللہ اور حق العباد دونوں شامل ہوں اور دونوں عبادات کا حق مکمل دیانتداری سے ادا ہو یعنی کہ انسان محض حق اللہ ہی میں مشغول ہو کر خلق خدا کے حقوق ادا نہ کر سکے اور نہ ہی ایسا ہو حق العباد کی ادائیگی میں اپنے رب کو بھول جائے اس طرح اپنی دوگونہ عبادت میں اپنے ہر ہر عضو کو قول و فعل کی یکسانیت اور جوابدہی کے لئے تیار رکھنا ہے اس چیز کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ (ترجمہ): اور اس دن سے ڈرو تم اللہ کے حضور لوٹ جاؤ گے پھر ہر شخص کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا اور کسی پر زیادتی نہ ہوگی۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ انسان کو اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہے یعنی جو کچھ وہ اس دنیا میں کرے گا اس کا صلہ اس کو مل کر رہے گا رب کریم ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

وھو الذی جعلکم خلٰئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجت لیبلوکم فی ما اٰتکم

ترجمہ: جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیئے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ (۶: انعام۔۱۶۵)

آیت کریمہ کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ انسان کے ہر عمل کا جائزہ لیا جائے گا اور ان کی آزمائش کی جاتی رہے گی پھر ان کو ان کے معیار کے مطابق درجات دیئے جائیں گے اسلام میں جانچ پر معیار قائم کرنا۔ نتیجہ دینا پھر نتیجہ پر صلہ دینا یا ایک پورا عمل ہے اور یہ عمل فرد کی شخصیت کی خصوصیات فراہم کرتا ہے اور یہی عمل اسلام کے تشخیص قدر کا نظریہ کہلاتا ہے یوں اسلامی تشخیص قدر کا عمل، مسلسل اور با مقصد ہے۔

اسلامی تشخیص قدر:

اسلامی تشخیص قدر میں فرد کے تمام افعال کا جائزہ ہمہ گیریت کے ساتھ لیا جاتا ہے جس میں فرد کا پیدائش سے لے کر دم مرگ تک کا جائزہ اور ظاہر و باطن قول و فعل شامل ہیں۔ اسلامی نظریہ کے تحت فرد کے قول و فعل میں تضاد کو یکسر رد کر دیا گیا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

يا ايها الذين امنوا لم تقولون مالا تفعلون

ترجمہ: اے ایمان والو! وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ (۶۱: الصف۔ ۲)

گویا اسلام اقوال و اعمال میں تعارض پسند نہیں کرتا۔ وہ ظاہر کو باطن کے آئینے میں اور صورت کو سیرت کے آئینے میں دیکھنا چاہتا ہے یعنی وہ گفتار و کردار میں کوئی فرق نہیں کرتا۔

وارثان منبر و محراب کو کیسے کہوں
آدمی کو صاحب کردار ہونا چاہیے

دوسری جانب اسلامی تشخیص قدر میں فرد کی جانچ کے لئے اس کے ہر عمل کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا ہے جو پیدائش سے لے کر موت تک جاری رہتا ہے اسلامی تشخیص قدر کا عمل فرد کے انفرادی اختلاف کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام سے چیزوں کے نام پوچھ کر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر اور بیٹے کی قربانی مانگ کر۔ حضرت یونس علیہ السلام کو بطن ماہی میں ڈال کر اور حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن دے کر آزمایا گیا۔ نبی آنحضرت ﷺ کو شعب ابی طالب کی گھاٹی میں محصور رکھ کر اور طائف کے بازاروں میں لہولہان کروا کے آزمایا۔ یہ تمام واقعات اسلامی تشخیص قدر کے پہلو کو اجاگر کرتے ہیں اسی چیز کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا ہے۔

ولنبلونكم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات

ترجمہ: اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر و فاقہ کشی جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ (۲: البقرہ۔ ۱۵۵)

اسی چیز کو سورۃ آل عمران میں کچھ اس طرح بیان کیا۔

لتبلون فی اموالكم وانفسكم

ترجمہ: مسلمانوں تمہیں مال و جان دونوں کی آزمائشیں پیش آ کر رہیں گی۔ (۳: آل عمران۔ ۱۸۶)

گویا ان تمام آیات مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی تشخیص قدر میں فرد کی مختلف طریقوں سے آزمائش کر کے اس کی شخصیت کا اندازہ لگایا جائے گا کہ وہ کس معیار پر ہے اس لئے سورۃ الملک میں ارشاد ہے:

ليبلوكم ايكم احسن عملا

ترجمہ: تاکہ لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ (۶۷: الملک۔ ۲)

اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آزمائش سے فرد کی شخصیت کے معیار کو پہچاننا اور معیار قائم کرتا ہے۔

الغرض اسلامی تشخیص قدر میں ہمہ گیریت، مسلسل عمل، مجموعی ریکارڈ انفرادی اختلاف اور مختلف طریقہ کار کے ذریعے مقصدیت کا پتہ چلایا جاتا ہے کہ فرد کس معیار پر ہے۔

اسلامی تشخیص قدر کا طریقہ کار:

اسلامی تشخیص قدر میں فرد کی شخصیت کی جانچ کے لئے مختلف طریقہ ہائے کار استعمال کئے گئے ہیں جس میں فرد مال سے، جان سے، آبرو سے، کم رزق سے، کم آمدنی سے اور اولاد کے ذریعے آزمایا جاتا ہے۔ اس چیز کو قرآن حکیم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے آزمائش کریں گے۔

اس آیت مبارکہ میں مختلف طریقہ کار کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ جس انداز سے چاہا جائے گا اسی انداز سے آزمایا جائے گا اور یہ آزمائش بھی الگ الگ و انفرادی طور پر ہوگی کوئی کسی پر بھروسہ نہ کر سکے گا ہر فرد کو اپنے آپ کو خود امتحان کے لئے تیار کرنا ہے اور یہ تیاری بھی اس طرح سے کہ زندگی کا ہر عمل اصول و ضوابط کے تحت ہو اس لئے ارشاد ہوا۔

لنا اعمالنا ولكم اعمالكم

ترجمہ: ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ (۴۲: شوریٰ، آیت ۱۵)

اسلامی تشخیص قدر میں ہر فرد کے ہر عمل کا حساب لیا جائے گا کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی جائے گی سب کچھ سامنے رکھ دیا جائے گا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره

ترجمہ: پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔ (۹۹: الزلزال۔ ۷، ۸)

وضاحت: قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ انسان ایک ذمہ دار مخلوق ہے جو اچھے یا برے کام کرتا ہے اس کے لئے جواب دہ ہے فرمایا" کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف لوٹایا نہیں جائے گا" دوسری جگہ ہے کہ" تمہارے کان، آنکھیں اور تمہارا دل

سب سے باز پرس کی جائے گی اسی حقیقت کو یہاں ایک نئے اسلوب سے بیان کیا جا رہا ہے کہ بڑے بڑے اعمال حسنہ یا افعال سیئہ کا تو کیا پوچھنا اللہ تعالیٰ کے ہاں تو یہ اصول طے پا چکا ہے کہ اگر ذرہ کے برابر کوئی نیکی کرے گا تو اس کو صلہ ملے گا معمولی سے معمولی گناہ کو بھی پورے اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا جائے گا"۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر سے یہ بات واضح ہو گی کہ اسلامی تشخیص قدر میں فرد کی ہمہ گیر معلومات کا باقاعدہ ریکارڈ رکھ کر اس کے اعمال کا حساب کیا جائے گا اور ان اعمال کو المیزان ناپا جائے گا اس چیز کو قرآن حکیم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

والوزن یومئذ الحق فمن ثقلت موازینه فاولئک هم المفلحون ومن خفت موازینه فاولئک الذین خسروا انفسهم.

ترجمہ: اور اعمال کا تولنا اس دن برحق ہے۔ پس جن کے بھاری ہوئے ترازو تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور جن کے ہلکے ہوئے ترازو تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو۔

(۷۔اعراف:۸)

اس آیت مبارکہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فرد کو زیادہ اچھے اعمال کے صلے میں جنت ملے گی اور زیادہ بد اعمال کے بدلے میں جہنم ملے گی گویا اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے انصاف کے ساتھ تمہارے ہر عمل کا جائزہ پیش کیا جائے اور اس ہی کے حساب سے نتیجہ بیان کر کے صلہ دیا جائے اس جگہ اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ امتحان میں پاس ہونے کی شرط ۵۱ فیصد ہے۔ دوسری جانب یہ بھی طریقہ بیان کر دیا گیا کہ اگر کسی فرد کی نیکیاں اور بدی دونوں برابر ہیں یعنی ۵۰ فیصد نیکی اور ۵۰ فیصد بدی ہے تو ایسے لوگوں کے لئے سورۃ اعراف میں جنت و دوزخ کے درمیان اعراف کا مقام بتایا گیا ہے جہاں وہ لوگ ہوں گے مفسرین کا اجماع ہے کہ ان لوگوں کو جنت دے دی جائے گی اس کے لئے قرآن حکیم میں یہ آیت پیش کی جا سکتی ہے کہ:

ان الحسنت یذهبن السیات

ترجمہ: بے شک نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (۱۱۔ھود ۱۱۴)

اس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں ایسے شخص پر اللہ کی رحمت غالب آئے گی اور وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ الغرض اسلامی تشخیص قدر میں یہ طریقہ بیان کیا گیا کہ آزمائش جب، جس وقت جس طرح چاہیں لی جا سکتی ہے۔ ہر فرد انفرادی طور پر، جواب دہ ہے اس کی آزمائش اس کی استعداد کے مطابق لی

جائے گی۔ تمام اعمال کو مجموعی ریکارڈ میں محفوظ رکھا جائے گا جو مسلسل عمل کے تحت ترتیب دیا جائے گا پھر اعمال کا حساب ہوگا جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی ان کو پاس کر دیا جائے گا یعنی جو ۵۱ فیصد نمبر حاصل کرے گا۔

اسلامی تشخیص قدر پر طائرانہ نظر:

اسلامی تشخیص قدر کو بغور دیکھا جائے تو یہ ایک سائنٹیفک طریقہ کار ہے جس طرح سائنسی عمل میں کسی شے کے بارے میں مکمل تجزیہ کر کے اس کی ہیئت کے بارے میں رائے دی جاتی ہے اسی طرح اسلامی تشخیص قدر میں فرد کی شخصیت کے تمام پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے کارکردگی پر غور کیا جاتا ہے، ہر عمل کا خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی، خواہ بچپن ہو یا بلوغت کا یا خواہ وہ صحت کا ہو یا بیماری کا، آمدنی کی زیادتی کا ہو یا کمی کا، کھیل کے میدان کا ہو یا گھر کے ماحول کا، اندرون ملک کا ہو یا بیرون ملک کا، دوستی کا ہو یا دشمنی کا، المختصر فرد کے ہر لمحے کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے اور فرد کی جانچ جب چاہی جس انداز سے چاہی کی جا سکتی ہے اور ان اعمال کو میزان کے ذریعے ناپا جا سکتا ہے۔ اور یوں ۵۱ فیصد پر کامیاب قرار دے کر معیار قائم کیا جا سکتا ہے اور پھر نتیجتاً اسی معیار پر صلہ بھی دیا جا سکتا ہے اور یہی ہے اسلامی تشخیص قدر کا نظریہ۔

الغرض اسلامی تشخیص قدر ایک جدید سائنٹیفک طریقہ کار ہے جو جدید تقاضے کے تحت ہے جو ہمہ جہتی معلومات، مسلسل عمل، مجموعی ریکارڈ پر انحصار کرتے ہوئے فرد کی شخصیت کا معیار قائم کرتا ہے۔

قومی نظام تعلیم پر اسلامی تشخیص قدر کا اطلاق

ہمارے نظام تعلیم میں سیکنڈری اسکولوں میں تشخیص قدر کا طریقہ کار ششماہی و سالانہ امتحانات پر منحصر ہے جس میں ششماہی امتحان کو اہمیت حاصل نہیں ہے۔ وہاں امتحان کے حاصل کردہ نمبرات پر معیار قائم کیا جاتا ہے۔ لیکن اسلامی تشخیص قدر کا نظام ایک مکمل عمل ہے جو فرد کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا مکمل احاطہ کر کے فرد کی شخصیت کا معیار قائم کرتا ہے جس میں مقصدیت، ہمہ جہتی، معلومات، ذہنی تیاری اور آزمائش بھی شامل ہے۔ گویا تشخیص قدر کا اسلامی نظریہ ایک مکمل اور سائنٹیفک طریقہ کار ہے ذیل میں جس کے نکات کی وضاحت کو ضروری سمجھا گیا ہے۔

۱۔مقصدیت ۲۔تیاری ۳۔وقت ۴۔امتحانات ۵۔نمبرات ۶۔مجموعی ریکارڈ ۷۔معیار

مقصدیت:

ہمارے نظام تعلیم میں طلبہ کو حصول تعلیم کی مقصدیت سے آگاہ نہیں کیا جاتا جب کہ اسلامی

تشخیص قدر میں فرد کی زندگی کا مقصد بیان کر دیا گیا ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ طلبہ کو تدریسی مقاصد سے آگاہ کیا جائے اور ان کو یہ بتایا جائے کہ آزمائش انہی مقاصد کے حصول کے تحت ہوگی۔

تیاری:

اسلامی تشخیص قدر میں چوں کہ فرد کے حال کا مسلسل جائزہ لیا جاتا ہے لہٰذا فرد کو اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ جب چاہا جائے گا جس طرح چاہا جائے گا آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا۔ گویا یہ فرد کو ہمہ وقت تیار رہنے کا حکم دیتا ہے۔ لہٰذا تشخیصی زاویہ نقطہ نگاہ سے ہمیں اپنے طلبہ کی تیاری اس طرح کرانی چاہیے کہ وہ اپنے تدریسی عمل کی جواب دہی کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے طلبہ کی شخصیت کا مسلسل جائزہ و معیار برقرار رکھنا مقصود ہے یہ بھی بتا دیا جائے کہ آزمائش کس کس انداز سے ہوگی کیوں کہ طریقہ کار اسلامی تشخیص قدر میں واضح کر دیا گیا۔ "تمہاری آزمائش خوف و خطرہ، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے کی جائے گی" (۱:البقرہ۔۱۵۵)

وقت:

ہمارے نظام تعلیم میں طلباء کی آزمائش کے لئے وقت کا تعین کر دیا جاتا ہے اور طلبہ اس مخصوص امتحان میں کامیابی کے لئے تیاری کرتے ہیں جبکہ اسلامی تشخیص قدر کے نظریہ کے مطابق طلبہ کی آزمائش اچانک بار بار کی جائے تاکہ طلبہ ہر وقت آزمائش کے لئے تیار رہیں جس سے شخصیت کو صحیح معنوں میں سمجھا جا سکتا ہے اور سال بھر تمام آزمائش جمع کرانا چاہیے تاکہ سال کے آخر میں کامیابی، تعین اور معیار قائم کرنے میں آسانی ہو۔

امتحانی پرچہ:

ہمارے ہاں امتحانی پرچہ ایک جماعت کے تمام فریق کے طلبہ کے لئے بنایا جاتا ہے۔ جب کہ درس و تدریس کا عمل مختلف اوقات میں مختلف انداز سے مختلف اساتذہ کی زیر نگرانی وقوع پذیر ہوتا ہے اور طلبہ بھی انفرادی اختلافات رکھتے ہیں اسلامی تشخیص قدر میں ہر فرد سے استعداد کے تحت الگ الگ امتحان مختلف انداز سے لیا جاتا ہے جس کی مثال انبیاء کرام کی آزمائشیں ہیں اس لحاظ سے ہمیں چاہیے کہ اپنے نظام تعلیم میں اسی انداز سے طلباء کی ذہنی، جسمانی، معاشی اور معاشرتی حیثیت کو جان کر ان کے لئے الگ الگ امتحانات تیار کئے جائیں جس سے طلبہ کی فطری صلاحیتیں ابھریں اور نفسیاتی تقاضے پورے ہوں اس کے لئے تحریری، معروضی، تقریری (مباحثی، مسئلی) زبانی، معاشرتی سائنس کے امتحانات لئے

جائیں کیوں کہ اسلامی تشخیص قدر کے تحت طلبا کی شخصیت کے ہر پہلو کو جانتا ہے اور اس پر معیار قائم کرنا ضروری ہے۔

نمبرات:

ہمارے نظام تعلیم میں ۳۳ فیصد پر پاس کیا جاتا ہے جو کہ اسلامی تشخیص قدر کے خلاف ہے اسلامی تشخیص قدر کے لحاظ سے ہمارے نظام تعلیم میں طلبا کو ۵۱ فیصد پر پاس کیا جانا چاہیے اور پرچہ کی جانچ پر جتنا حق طلبہ کا بنتا ہے اس کی روشنی میں اس کو دیانت داری سے جانچا جائے اگر کوئی طالب علم ۵۰ فیصد نمبر حاصل کرتا ہے تو اس کو کچھ عرصے بعد اگلی جماعت میں ترقی دے دینی چاہیے کیونکہ وہ اس کا حقدار ہے۔ قرآن حکیم میں سورۃ اعراف میں ایسے لوگوں کو جنت دینے کی بشارت ہے۔

اگر کوئی طالب علم ایسا ہے جو کسی وجہ سے ۵۰ فیصد سے کم نمبرات ۴۸، ۴۹ یا اس سے قریب حاصل کرتا ہے اور مجموعی ریکارڈ اور مشاہدات اس کے اچھے ہیں تو اس کو بھی اگلی کلاس میں ترقی کی سفارش کی جا سکتی ہے کیوں کہ اس بات کو مد نظر رکھا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کسی خاص وجہ سے نمبرات حاصل نہ کر سکا ہو۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

ترجمہ: بے شک نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (۱۱:ھود۔۱۴۱)

مجموعی ریکارڈ:

اسلامی تشخیص قدر میں فرد کے تمام افعال کا ریکارڈ رکھا جائے گا اور ان ریکارڈ کو فرد کے سامنے یوم حساب میں دکھایا جائے گا تاکہ ہر فرد سزا و جزا کے لئے تیار رہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے نظام تعلیم میں چاہیے کہ طلباء کی ہمہ جہتی معلومات کے مجموعی ریکارڈ دیانت داری سے مرتب کریں۔ جس میں گھر، مدرسہ، کھیل کا میدان، دوستی کے انداز، دشمنی کا رویہ، بڑوں سے اور اساتذہ سے تعلقات گویا تمام افعال و مشاہدات کے ہر ہر لمحے کا ریکارڈ مرتب کیا جائے۔ اسلامی تشخیص قدر میں ہر فرد کو احتساب کرنا پڑتا ہے بعض اعمال کو خود دیکھنا پڑتا ہے اور راہ کا تعین کرنا پڑتا ہے کہ آئندہ کیا کرنا ہے۔ اس ضمن میں ہم طلبہ کو ایسا کتابچہ دے سکتے ہیں جس کے ذریعے طلبہ خود اپنا ذاتی ریکارڈ مرتب کریں، اس سے ان میں احتساب و دیانتداری کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ دوسری جانب اسکول کے عملے کو چاہیے کہ مدرسہ کے ماحول میں طلبہ کے مشاہدات کر کے ریکارڈ تیار کرے۔ والدین کے ذریعے بچے کے متعلق رائے اور معلومات حاصل کی جائے چوتھی جانب آزمائشوں میں حاصل کردہ نمبرات کا ریکارڈ محفوظ رکھا جائے۔ جو تشخیص قدر کے لئے بنیادی شرط کی

حیثیت رکھتا ہے۔

معیار:

جب آزمائش کے ذریعے نمبرات دے دیے جائیں تو مجموعی ریکارڈ کو سامنے رکھ کر اور حاصل کردہ نمبرات سال بھر کے آزمائشوں کے ذریعے یکجا کر کے طلبا کا معیار متعین کیا جائے پھر سال کے آخر میں طلبا کا معیار قائم کیا جائے جو "کیفی" اور "عددی" (مقداری) صورت پر منحصر ہو پھر اگلے درجے میں ترقی دی جائے۔

فکری و تحقیقی نشست کا اہتمام

مجلس تفسیر، جامعہ کراچی کے زیرِ اہتمام ہر انگریزی مہینے کے پہلے اتوار کو صبح دس بجے، ایک ماہانہ علمی و فکری و تحقیقی نشست کے اہتمام کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جس میں اسلام اور اسلام کے تعلق سے پیدا ہونے والی مختلف النوع تحقیقات کو مقالات کی صورت میں پیش کیا جائے گا۔ ہر نشست میں کسی بھی ایک صاحب فکر و نظر اور محقق کو اپنا مقالہ پیش کرنے کی اجازت ہوگی۔ مقالہ پیش کرنے یا اس نشست میں شریک ہونے کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

مقالہ نگاروں سے گزارش ہے کہ وہ اپنا مقالہ پیش کرنے سے کم از کم ایک ہفتہ قبل، مجلس تفسیر کے سربراہ ڈاکٹر شکیل اوج سے رابطہ کریں۔ تاکہ مقالہ نگار اور ان کے عنوانِ مقالہ کی مناسب نشر و اشاعت قومی اخبارات کے ذریعے ممکن ہو سکے۔

مجلس میں پیش کیے جانے والے منتخب مقالات مجلہ "التفسیر" میں شائع کیے جائیں گے۔

فکری نشست کا انعقاد C-43 اسٹاف ٹاؤن، یونیورسٹی کیمپس، یونیورسٹی آف کراچی میں کیا گیا ہے۔

برائے رابطہ: 021-4802368

0300-2236558

E-mail: sascom7@yahoo.com

اسلام اور دہشت گردی عصرِ حاضر کے تناظر میں

شاکر حسین خان

ریسرچ اسکالر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

اسلام دینِ فطرت و دینِ اکمل ہے، اس دین میں انسانی زندگی سنوارنے اور اسکی تعمیر کرنے کی مکمل صلاحیت موجود ہے، یہ دین ایک مکمل نظام حیات رکھتا ہے، انسان اسلام کے پیش کردہ سنہرے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا و عاقبت دونوں سنوار سکتا ہے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اس دین کی تبلیغ کے لیے تشریف لائے اور آخر کار اس دین کی تکمیل جناب خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ پر آیت الیوم اکملت لکم دینکم (المائدہ) ا کے نزول کے موقع پر ۹ ذی الحجہ سن ۱۰ ہجری بمقام عرفات بروز جمعہ ہوئی ۲ اور اسلام کو تا قیامت آنے والے لوگوں کے لیے دین قرار دے دیا گیا، اس دین کو اللہ تعالیٰ نے بھی پسند فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ان الدین عند اللہ الاسلام ۳ "بیشک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے، گویا دین سے مراد صرف اسلام ہے اور اسلام کے سوا باقی تمام ادیان باطل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ ۴ "اور جو کوئی اسلام کے سوا دوسرا دین چاہے تو وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا"۔

دین کے ایک معنی جزا کے ہیں، دین کو دین اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ جزا کا سبب بنتا ہے

۵۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ملك يوم الدين٦ "مالک روز جزا کا" اس آیت کے تحت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رقم طراز ہیں "دین کا معنی ہے حساب اور جزا۔ لبید کہتا ہے حصادك يوما زرعت وانما يدان الفتى يوما كما هو دائن ثواب وعذاب کی تعبیر لفظ "دین" سے کی تا کہ پتہ چلے کہ یہ ثواب و عذاب بلا وجہ نہیں بلکہ ان کے اپنے اعمال کا طبعی ثمر ہے۔ ۷

اسلام کا مادہ اشتقاق سلم ہے اسکے لغوی معنی بچنے، محفوظ رہنے اور امن وسلامتی میں آنے کے ہیں، اسکے باب افعال سے لفظ اسلام بنا ہے جس کے معنی امن وسلامتی کے ہیں، اسلام میں امن وسلامتی کا مفہوم دو اعتبار سے موجود ہے ایک یہ کہ خود امن وسلامتی پالینے سے عبارت ہے اور دوسرا یہ کہ دوسروں کو سلامتی فراہم کرنے سے عبارت ہے۔ ۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۹ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (الخ) ۱۰ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اس حدیث میں اسلام کا مادہ اشتقاق سلم موجود ہے گویا مسلمان ہونا، اسلام قبول کرنا نام ہے اپنے آپ اور دوسرے لوگوں کو محفوظ کرنے کا، خود کا اور دوسروں کو امن وسلامتی پہنچانے کا۔ ان معنی سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اسلام سراپا ہے امن وسلامتی کا، اگر انسان اسلام قبول کرلے تو وہ سلامتی پالیتا ہے اگر کوئی انسان کسی مسلمان کے پاس آجائے تو وہ سلامتی میں آجاتا ہے اگر کسی خطۂ ارض پر اسلام کا عملی نفاذ ہو جائے تو وہ جگہ دار السلام ہو جاتی ہے۔

سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا اسلامی فضائل اخلاق میں سے ایک خلق ہے، اسلام نے سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کو اہمیت دی ہے، سلام کرنا مسلمانوں کا شعار اور اسلامی معاشرے کا رواج ہے لوگوں کو سلام کرنا مستحب اور سلام کا جواب دینا واجب ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے یہود اور نصاریٰ کے سلام کا جواب دینے کا بھی حکم ارشاد فرمایا ۱۱ اور آپ کی سنت سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے ایک ایسی مجلس کو سلام کیا جس میں متعدد مذاہب کے لوگ تھے ۱۲ "السلام علیکم" کے معنی ہیں آپ پر سلامتی ہو، سلام کو عام کرنے سے سلامتی کا معاشرہ تشکیل پاتا ہے اس لیے اسلام میں سلام کرنے کا حکم موجود ہے۔ متعدد احادیث سلام کرنے کی فضیلت واہمیت پر وارد ہوئی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ ۱۳ یعنی کلام سے پہلے سلام کرنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اذا انتهى احد

كم الى مجلس فليسلم فان بداله ان يجلس فليجلس ثم اذا قام فليسلم ۱۴ "جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے پھر اگر بیٹھنے کی ضرورت ہو تو بیٹھ جائے اور جب چلنے لگے تو دوبارہ سلام کرے"۔ ایک حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے ۱۵ ایک حدیث میں آیا کہ اسلام کی سب سے اچھی عادت لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر آشنا و نا آشنا کو سلام کرنا ہے ۱۶ کھانا انسان کی اہم ترین ضرورت ہے۔ مسلمانوں کا یہ رواج ہے کہ مختلف مواقع پر عزیزوں، دوستوں اور غریبوں کے لیے کھانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ سلام کرنا سلامتی کی دعا ہے ان افعال پر عمل پیرا ہونے سے انسانوں میں آپس میں اُنس پیدا ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ سلام کرنا بعض اوقات لوگوں کو برائی سے روکنے کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے برے لوگوں کو سلام کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا طریقہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے و عباد الرحمن الذين يمشون على الارض هونا و اذا خاطبهم الجهلون قالوا سلما ۱۷ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی اور وقار سے چلتے ہیں اور جب کوئی جذباتی ان سے الجھنے لگتا ہے تو وہ اس پر سلامتی بھیجتے ہیں (یعنی ان سے الجھتے نہیں)۔

صلوٰۃ (نماز) اسلام کا ایک اہم رکن ہے اسلام نے اس اہم ترین عبادت (نماز) میں بھی سلام کو فرض قرار دیا، مسلمان دوران نماز نبیوں ورسل اللہ تعالیٰ کے دیگر مقبول بندوں پر سلام پیش کرتے ہیں اور اختتام نماز اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوق کو بھی سلام میں شامل کر لیتے ہیں اسلام کے ماننے والے خود بھی سلامتی پاتے ہیں اور دوسروں پر بھی سلامتی کا باعث بنتے ہیں اسلام کے ماننے والوں پر دنیا میں بھی سلامتی ہے اور آخرت میں بھی سلامتی ہوگی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون ۔ ۱۸ "تو جس نے پیروی کی میری ہدایت کی انہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔ یعنی اسلام کا پیروکار ہر خوف وحزن سے نجات حاصل کر لیتا ہے، وہ سلامتی میں آجاتا ہے اس پر دنیا میں بھی سلام ہوتا ہے اور آخرت میں بھی، اس پر خالق کا بھی سلام ہوتا ہے اور مخلوق کا بھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تحيتهم يوم يلقونه سلم ۱۹ انہیں یہ دعا دی جائیگی جس روز وہ اپنے رب کریم سے ملیں گے ہمیشہ سلامت رہو"۔

اللہ تعالیٰ جو ہمارا خالق و مالک ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے پیار و محبت، امن و آشتی سے اس کی دھرتی پر چل پھر رہیں، اس کی دھرتی پر اس کے متعین کردہ احکامات کا عملی نفاذ کریں اور نیکی

کی دعوت کو عام کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے لوگوں کو برائی اور بدی کے کاموں سے روکتے رہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر[۲۰] "یہ وہ لوگ ہیں (اہل ایمان) اگر ہم انہیں زمین پر اقتدار عطا کریں تو یہ نماز وزکوۃ کا نظام نافذ کریں اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے روکیں"۔ گویا اسلامی مملکت کے سربراہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نماز وزکوۃ کا نظام عملاً نافذ کرے اور اپنے اقتدار کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کو ہر طرح کی برائی، ظلم وزیادتی اور دہشت گردی سے روکے۔

لوگوں کو برائی سے روکنا صرف حاکم ہی کی ذمہ داری نہیں بلکہ یہ ہر مسلمان پر اس کی استطاعت کے مطابق فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ ط[۲۱] "تم بہترین امت ہو تمام امتوں سے جو ظاہر ہوئیں تو تم حکم دو بھلائی کا اور برائی سے روکو اور اللہ پر یقین رکھو" اسلامی ریاست کا سربراہ ہو یا اس ملک کا باشندہ سب پر لازم ہے کہ وہ ہر طرح کی برائی اور دہشت گردی کو اپنی اپنی استطاعت کے مطابق روکیں اور نیکی و پرہیزگاری کے افعال میں ایکدوسرے کے ساتھ تعاون کریں تاکہ ہر قسم کے فتنہ وفساد کا سدباب ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[۲۲] "باہم مدد کرتے رہو نیکی اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ و زیادتی پر"۔ گویا ہر قسم کی برائی، فتنہ، فساد، ظلم بغاوت، ڈاکہ زنی، قتل غارت گری وغیرہ کی روک تھام کے سلسلے میں ایکدوسرے کی معاونت کرنی چاہیے یہ حکم خداوندی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مذکورہ قبیح افعال خصوصاً فساد پھیلانے اور بے گناہ انسانوں کا قتل کرنے کی پرزور مذمت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ویفسدون فی الارض ط اولئک ھم الخسرون[۲۳] "اور فساد ڈالیں زمین میں وہی خسارہ پانے والے ہیں"۔ اور فرمایا ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ط ذلکم خیر لکم ان کنتم مؤمنین[۲۴] "اور نہ فساد مچاؤ زمین میں اسکے پرامن ہونے کے بعد یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مانو" اور فرمایا و اذا تولیٰ سعی فی الارض لیفسد فیھا و یھلک الحرث والنسل ط واللہ لا یحب الفساد[۲۵] "اور جہاں پیٹھ پھیری تو زمین میں دوڑ دھوپ کرنے لگا تاکہ اس میں فساد مچائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کر دے اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا فساد کو" مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فساد پھیلانے والوں کی پرزور مذمت فرمائی اور ان فسادیوں

دہشت گردوں کو خسارہ پانے والا قرار دیا اور یہ بھی حاصل ہوا کہ عصر حاضر میں رائج اطوار حرب صحیح نہیں اس طرح بے گناہ انسانی جانیں ضائع ہوتی ہیں اور جنگ دہشت گردی کی صورت اختیار کر جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے دین میں دہشت گردی کی بالکل گنجائش نہیں اسلام راستہ روکتا ہے ہر برائی کا اسلام مخالف ہے برائی پھیلانے والوں کا، اسلام خاتمہ چاہتا ہے فتنہ وفساد اور ہر قسم کی دہشت گردی کا۔

اللہ تعالیٰ کے دین میں ایسا شخص پوری انسانیت کا قاتل تصور کیا جاتا ہے جو فتنہ پرور اور بے گناہ انسانوں کا قاتل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے انہ من قتل نفسا م بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ط[۲۶] "جس نے کسی جان کو قتل کیا، نہ جان کے بدلے اور نہ زمین پر مجرمانہ شورش کی سزا میں تو اس نے گویا قتل کر ڈالا سب لوگوں کو" اسلام کی نظر میں فتنہ وفساد کرنے والے اور بے گناہ انسانوں کے قاتل سب سے بڑے مجرم ہیں خواہ وہ مجرم مسلم ہوں یا غیر مسلم دین دار یا بے دین مقلد ہو یا غیر مقلد دیسی ہو یا پردیسی قرآن مجید میں قتل کی مذمت کے بارے میں ایک یہ آیت بھی ہے ارشاد ہوتا ہے ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ط ذلکم وصکم بہ لعلکم تعقلون[۲۷] "اور ناحق قتل نہ کرو اس کو جس جان کی حرمت اللہ تعالیٰ نے رکھی یہ تمہیں حکم فرمایا کہ تمہیں عقل ہو" اور وہ شخص جو کسی بے گناہ انسان کا قاتل ہو تو اسکے بارے میں قرآن مجید کا یہ حکم ہے کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ[۲۸] "تم پر فرض کر دیا گیا ہے خون کا بدلہ لینا ناحق قتل کیے گئے لوگوں کے بارے میں" اور فرمایا ولکم فی القصاص حیوۃ یا ولی الالباب لعلکم تتقون[۲۹] "اور تمہارے لیے خون کا بدلہ لینے میں زندگانی ہے اے عقل والو! تاکہ تم (قتل کرنے سے) پرہیز کرنے لگو" اگرچہ قتل کرنا اسلام میں ناپسندیدہ اور ایک سنگین جرم ہے لیکن کسی بے گناہ انسان کے خون کا بدلہ خون ہے۔ اس سزا کی حکمت یہ ہے کہ اگر قاتل کو قتل کر دیا جائے تو بناءً علیہ کسی کو بے قصور انسان کو قتل کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ انسانیت کا ناحق خون نہ بہے گا دیگر انسان بھی قاتل کی سزا سے عبرت حاصل کریں گے اور معاشرہ قتل جیسے سنگین جرم سے پاک ہو جائیگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اسلامی ریاست میں قانون کو ہاتھ میں لینے کی کسی شخص کو اجازت نہیں تمام فیصلے قاضی کرے گا اس سزا میں مسلم وغیر مسلم کی تفریق نہیں مقتول مسلم ہو یا غیر مسلم ہر کسی کے ساتھ انصاف ہوگا۔ البتہ مقتول کے وارث خون بہا کے بجائے مجرم سے کچھ رقم لے کر اسے معاف کر دیں، شرعی اصطلاح میں اسے دیت کہتے ہیں یہ مقتول کے ورثاء کی مرضی ہے کہ وہ خون بہا لیں یا دیت لے کر مجرم کو معاف کر دیں۔ ایسی صورت میں بھی قاتل اللہ تعالیٰ کا مجرم ہے مجرم کو توبہ کرنی

چاہیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی حد کو پار کیا، قصاص و دیت حقوق العباد اور گناہ سے توبہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

اسلام نے ہر انسان کی تکریم کرنا سکھائی ہے کسی انسان کی جان بچانا اسلام کا ایک مستحسن عمل ہے اور اگر اپنی جان جانے کا خطرہ نہ ہو اور ہم دوسرے کی جان بچا سکتے ہوں تو ایسی صورت میں دوسرے انسان کی جان بچانا ہم پر فرض ہو جائیگا جان بچانے کی فضیلت یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک جان کو بچایا تو گویا اس نے تمام جانوں کو جلا بخشی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا ط ۳۰ "اور جس نے مرنے سے بچایا ایک جان کو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا" ایک جان کو جلا بخشنا پوری انسانیت کو زندگی دینے کے مساوی ہے اس لیے اسلام نے انسانی زندگی کی بقا کے لیے ہر قسم کی دہشت گردی و فتنہ پروری کی پرزور مذمت کی ہے۔

اسلام نے معاشرے کو پرامن بنانے کے لیے دہشت گردوں اور فتنہ پرور لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا۔ جہاد دہشت گردی کا نام نہیں بلکہ جہاد نام ہے اس عملی جدوجہد کا جو دہشت گردی اور فتنہ پروری کی روک تھام کے لیے کی جاتی ہے۔ اسلام امن و سلامتی کا علمبردار ہے، اس لیے وہ دہشت گردی کی تعلیم کیسے دے سکتا ہے بلکہ اسلام دہشت گردوں اور دہشت گردی کی روک تھام اور اس سلسلے میں ہونے والے مخلصانہ کوششوں کو سراہتے ہوئے اس مہم میں حصہ لینے والوں کی غیر مشروط حمایت کرتا ہے اور اپنے پیروں کاروں کو دعوت فکر دیتا ہے کہ وہ دہشت گردوں کے خلاف ہونے والی جدوجہد میں حصہ لیں اور حق کا ساتھ دیں تاکہ دنیا میں امن قائم ہو سکے بیشک اسلام سراپا رحمت اور امن و سلامتی کا پیکر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین پر فتنہ و فساد پھیلانے کو "قتل" سے بھی زیادہ سنگین جرم قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے والفتنة اشد من القتل ۳۱ "اور ان کا فتنہ زیادہ سخت ہے مار ڈالنے سے" اس لیے اللہ تعالیٰ نے فتنہ پرور لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا تاکہ فتنہ و فساد کا سدباب ہو سکے معاشرے سے دہشت گردی کا مکمل طور پر قلع قمع ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین پر فساد برپا کرنے والے دہشت گردوں کے لیے مختلف نوعیت کی سزائیں تجویز فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے انما جزؤا الذین یحاربون اللہ ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او

ینفوا من الارض ط ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرة عذاب عظیم ۞ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم ۚ فاعلموا ان اللہ غفور رحیم ۳۲ "ان کا بدلہ جو جنگ کریں اللہ اور اس کے رسول سے اور کرتے پھریں زمین میں جھگڑے یہ ہے کہ ایک ایک قتل کیا جائے یا پھانسی پر لٹکایا جائے یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ تراش لیے جائیں تو دوسری جانب کے پاؤں یا اپنی زمین سے نکال دئے جائیں یہ تو ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے مگر جنہوں نے توبہ کرلی قبل اس کے کہ تم انہیں گرفتار کرو تو جان رکھو کہ اللہ غفور رحیم ہے"۔ آیت مذکورہ کے تحت مفسرین نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جیسا مجرم ہوگا ویسی ہی اس کو سزا ملے گی۔ اگر کوئی مجرم گرفتار ہونے سے پہلے اپنی گرفتاری پیش کردے اور توبہ کرے اور اس بات کا عہد کرے کہ وہ آئندہ ایسے قبیح افعال کا مرتکب نہیں ہوگا تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے رعایت رکھی ہے۔

ان قبیح افعال کی اتنی شدید مذمت کے باوجود بھی اگر کوئی مسلمان ہو کر دہشت گردی کا مرتکب ہو تو ایسے مسلمان کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی یاد رکھنا چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا یایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفة ولا تتبعوا خطوت الشیطن ؕ انه لکم عدو مبین ۳۳ "اے ایمان والوں داخل ہو اسلام میں پورے پورے اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔ دہشت گردی کرنا، فتنہ فساد برپا کرنا شیطانی کام ہے اگر آپ کی عقل توحید کی قائل ہو بھی گئی اور آپ نے شیطانی عمل ترک نہ کیا اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نہ گزارا اور اللہ کے قانون کو توڑتے رہے تو ایسے توحیدی ہونے اور توحید کا اقرار کرنے کا کیا فائدہ۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل

دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں ۳۴

یعنی جب اسلام قبول کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا بھی ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری بھی بجالاؤ اور شیطان کی پیروی سے پرہیز کرو۔ کائنات میں سب سے پہلے شیطان نے فساد کیا تھا گویا فساد برپا کرنا شیطان کی پیروی ہے اور اسلام فتنہ و فساد کا مخالف ہے۔

اسلام دہشت گردوں، ظالموں، لٹیروں اور فتنہ برپا کرنے والوں کے خلاف جہاد کا حکم دیتا ہے خواہ وہ دہشت گرد کوئی ہوں۔ جہاد ایک مقدس لڑائی ہے جو کہ دہشت گردوں کے خلاف لڑی جاتی ہے اس لیے جہاد کے بھی کچھ اصول، قواعد و آداب ہیں اسلام صرف ان دشمنوں سے لڑنے کا حکم دیتا ہے جو کہ مقابلے کے لیے میدان میں آئے ہوں اسلام اپنے مخالفین کے بے گناہ لوگوں کے قتل اور ان پر کسی قسم کے ظلم و زیادتی کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کسی قوم کے ضعیفوں، عورتوں، عابدوں، راہبوں، مزدوروں، بچوں اور وہ لوگ جو اپنے اپنے گھروں میں مقیم ہوں اور دیگر جو مقابلے کے لیے میدان میں نہ آئے ہوں انہیں قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور نہ ہی عبادت گاہوں، کھیتوں اور سرسبز درختوں کو جلانے یا انہیں نقصان پہنچانے کی اجازت دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو (جہاد میں) قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ۳۵ حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے دیکھا کہ لوگ ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا، اس نے واپس آ کر عرض کیا کہ ایک عورت ماری گئی ہے اس کی نعش پر لوگ جمع ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ما کانت هذه لتقاتل" "یہ تو لڑنے والی نہ تھی (یعنی یہ عورت تو لڑنے والوں میں نہ تھی اسے کیوں قتل کیا گیا) اگلی فوج پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے آپ ﷺ نے انہیں کہلا بھیجا کہ عورت اور مزدور کو قتل نہ کرو۔ ۳۶ گویا عورتوں پر ہاتھ اٹھانا انہیں قتل کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں نیز اس حدیث سے یہ بھی حاصل ہوا کہ مزدور یعنی محنت کش اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں اس لیے ان پر حملہ کرنا مناسب نہیں بلکہ جرم ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو روانہ کرتے وقت فرمایا'' انطلقوا بسم الله و بالله وعلى ملة رسول الله لا تقتلوا شيخا فانيا و لا طفلا صغيرا ولا امرأة ولا تغلوا وضموا غنائمكم و اصلحوا و احسنوا ان الله يحب المحسنين ''یعنی جاؤ اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ اور اللہ کی تائید کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر (خبردار) تم شیخ فانی (ضعیف و کمزور بوڑھا) کو نہ مارنا نہ چھوٹے بچے کو اور نہ عورت کو، مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا، مال غنیمت کو جمع کرنا، آپس میں صلح کرنا اور باہم اچھا سلوک رکھنا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والے کو محبوب رکھتا ہے۔ ۳۷

صحابہ کرام علیہم الرضوان جناب رحمت عالمیان کے نائب و خلیفہ تھے اور رسول اللہ ﷺ کی

سنت پر سختی سے عمل پیرا تھے ان کا قول و فعل سنت رسول ﷺ کا آئینہ دار تھا، ان کا کردار رسول اللہ ﷺ کی سنت کا عملی نمونہ تھا جب جناب رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے انہوں نے بھی دشمنان خدا کے خلاف علم جہاد کو بلند رکھا اور اسلامی ریاست میں ہونے والے فتنہ و فساد کا سد باب کیا۔ امیر المومنین نے ایک اسلامی لشکر ملک شام روانہ کیا اور روانگی کے وقت انہیں چند نصیحتیں بھی کیں وہ نصیحتیں درج ذیل ہیں۔ کسی عورت، بچے، بوڑھے یا اپاہج کو قتل نہ کرنا، کسی ثمر دار درخت کو نہ کاٹنا، بستیوں کو نہ اجاڑنا، بکریوں اور اونٹوں کو سوائے کھانے کے کام میں لانے کے نہ مارنا، کھیتوں کو برباد نہ کرنا نہ ان کو جلانا، اسراف سے بچنا، بخل سے احتراز کرنا ۳۸۔

اسلامی جہاد کے ان اصولوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امن ہو یا جنگ اسلام ہر موقع پر انسانوں، حیوانوں، درختوں، کھیتوں کو سلامتی فراہم کرتا ہے۔ اسلام کسی کی عبادت گاہ کو نقصان پہنچانے کا درس نہیں دیتا اسلام کسی مذہبی رہنما کو قتل کرنے کا درس نہیں دیتا بلکہ اسلام تو تمام مذاہب کے عالموں، عابدوں، زاہدوں، درویشوں اور عاجزی کرنے والوں کا احترام کرتا ہے اور ان سے دوستی کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی دعوت دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے متعلق ارشاد فرمایا: ولتجدن اقربهم مودة للذين امنوا الذين قالوا انا نصرى ؕ ذلك بان منهم قسيسين ورهبانا وانهم لا يستكبرون ۳۹ "اور ضرور پاؤ گے سب سے زیادہ نزدیک دوستی میں مسلمانوں کے جنہوں نے کہا کہ ہم نصرانی ہیں یہ اس لیے کہ ان میں بعض علم دوست اور درویش منش ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے" مطلب یہ ہے کہ جو لوگ علم دوست، خدا ترس اور انسانوں کے مونس ہوں مع یہ کہ وہ غرور و تکبر بھی نہیں کرتے ہوں تو ایسے لوگوں سے دوستی کی جا سکتی ہے اسلام غیر مسلموں سے تعلق قائم کرنے اور ان سے قومی و بین الاقوامی، انفرادی و اجتماعی سطح پر دوستی و دیگر معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے کی اجازت دیتا ہے البتہ یہ تعاون اسلام دشمنی یا کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کے لیے نہ کیا جائے ایسے موقع پر اسلام دشمنان خدا سے دوستی کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ یہ دوستی بدی اور برائی میں تعاون کے لیے کی جا رہی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کا حکم دیا حبشہ کا بادشاہ نصرانی تھا۔ وہ جناب عیسیٰ مسیح روح اللہ علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا اور علم و انسان دوستی کا علمبردار تھا دہشت گرد نہ تھا اس نے اپنی ہم مذہب خاتون سیدہ ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منعقد کیا یہ مسلمانوں کی نصرانیوں سے دوستی کی مثال اول ہے۔ اسلام نے اہل کتاب کا